ڈاکٹر وحید قریشی

# پنجابی ادب اور مسلم شناخت کا تحفّظ

## ۱۷۹۹ء تا ۱۹۴۷ء

[اُردو کے معروف ادیب اور "غالب شناس" مالک رام (جن کا کچھ عرصہ پہلے انتقال ہوا ہے) کی ۶۵ ویں سالگرہ کے موقع پر برصغیر پاکستان و ہند کے اہلِ علم نے اُن کی ادبی اور تحقیقی خدمات کے اعتراف میں اُنہیں ایک مجموعۂ مقالات بصورت "ارمغان" پیش کیا تھا۔ اس مجموعۂ مقالات کے لیے ڈاکٹر وحید قریشی نے "پنجابی زبان اور ادب کا جائزہ" کے زیرِ عنوان مقالہ لکھا جو "ارمغانِ مالک" (نئی دلّی، ۱۹۷۱ء) کی دوسری جلد میں شامل ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے پنجابی ادب کا جائزہ پانچ ادوار کے تحت لیا ہے۔ چوتھا دور سکھ حکومت کو محیط ہے، جب کہ پانچواں دور "الحاقِ پنجاب" سے شروع ہو کر تقسیم ہند پر ختم ہوتا ہے۔

"عالمِ اسلام اور عیسائیت" کے قارئین کی ضیافتِ طبع کے لیے ڈاکٹر صاحب کے مقالے کا یہ حصّہ اُن کے شکریے کے ساتھ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ مدیر]

۱۷۷۰ء میں پنجاب کی صورتِ حال بدل گئی۔ افغانوں اور مرہٹوں کی آئے دن کی یلغاروں سے یہ علاقہ سکھوں کی نئی ابھرتی ہوئی طاقت کی زد میں آ گیا۔ سکھوں کو اپنی طاقت مجتمع کرنے میں کئی سال لگے تھے۔ رنجیت سنگھ پنجاب کا پہلا اہم حکمران ہے، جس نے اپنے زیرِ تسلط علاقوں میں امن و امان قائم کیا۔ ۱۷۹۹ء سے ۱۸۳۸ء تک زندگی کے مختلف شعبوں میں ترقی ہوئی۔ مہاراجا چونکہ اب بھی نہنگوں اور سکھ آبادی کے دوسرے راسخ الخیال طبقوں کے زیرِ اثر تھا، اس لیے باوجود اس کی روشن خیال پالیسی کے دوسرے باشندوں کو اس کے دورِ حکومت میں بڑی سختیاں سہنا پڑیں، سرحدوں پر جہاں انتہا پسند فرقوں کو کھلی چھٹی تھی، صورتِ حال کہیں زیادہ تشویشناک تھی[1]۔ سیّد [illegible] شہید کے پیروؤں کی تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مہاراجا کے دورِ حکومت میں مسلمان آبادی میں مجموعی طور پر بہت بے اطمینانی تھی۔ اب ہمیں شعر و ادب کی دنیا میں بھی تبدیلی محسوس ہوتی ہے۔ سکھ مصنف اس میدان میں آ گئے، بلکہ غالب آنے لگے ہیں۔ اور مسلمانوں کی پنجابی زبان سے دلچسپی کم ہوتی جا رہی ہے۔ رنجیت سنگھ کی موت (۱۸۳۹ء) اور پنجاب پر انگریزوں کے قبضے کے بعد پنجابی ادب کا تاریک دور شروع ہوتا ہے۔ سیاسی بے

چینی اور سماجی تنزل سے علمی سرگرمیوں پر مردنی چھا گئی۔ اس دور کی شاعری کا انداز زیادہ تر مکتبی ہے۔ مولوی لوگ جو مسجدوں میں مذہبی تعلیم دیتے تھے، پنجابی ادب کے محافظ بن گئے۔ انہوں نے فقہ اور مسائل پر متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ لیکن مدرّس کا قلم اتنا کمزور ہوتا ہے کہ وہ غیر معمولی علمی نوعیت کا کام سرانجام دینے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ ہری پور ہزارہ کے شاہ حسین نے تنبیہ المشرکین (۱۲۵۳ھ) اور بدعات [کذا] تصنیف کی اور حافظ خان محمد نے مفید العلماء لکھی (۱۲۴۲ھ)۔ قصور کے غلام محی الدین (متوفی ۱۲۰۷ھ)، شادیوال ضلع گجرات کے سید احمد ناظم (متوفی ۱۳۰۲ھ)، حافظ پسروری مصنف فتح القلوب (۱۲۸۰ھ)، بہار شاہ، عبدالغنی، خدا بخش، حاتم علی، قادر بخش وزیر آبادی، احمد یار اور قادر یار ایسے شاعر ہیں، جنہوں نے مذہبی اور کسی حد تک دنیوی موضوعات پر کتابیں لکھیں۔ یہ تمام تصنیفات گزشتہ دور کی کتابوں کے مقابلے میں کمتر درجے کی ہیں۔ البتہ صوفی شعراء اپنے ہمعصر شاعروں سے بازی لے گئے ہیں۔

اس جذبات کی شدت سے مملو سیاسی فضا کو وسیع کائناتی اور آفاقی انداز نے توازن عطا کیا۔ اس عہد میں بعض بہت اچھے صوفی شاعر ملتے ہیں۔ ہاشم شاہ اور خواجہ فرید اسی دور کے عظیم شاعر ہیں۔ اور خاص توجہ کے مستحق۔

ہاشم شاہ کی ولادت ۲۲ رجب ۱۱۴۸ھ کو مدینہ (عرب) میں ہوئی۔ اس کا باپ (متولد ۱۰۵۳ھ) ایک عالم تھا اور تدریس سے روزی کماتا تھا۔ ۱۱۵۲ھ میں وہ ہندوستان آ گیا اور جگدیو (ضلع امرتسر) میں سکونت اختیار کر لی، جہاں ۱۱۶۷ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ ہاشم شاہ نے بھی ذریعۂ معاش کے لیے معلمی کا پیشہ اختیار کیا اور قرب و جوار میں اپنے علم کی بدولت مشہور ہو گیا۔ رمضان ۱۲۵۹ھ میں اسی مقام پر اس نے رحلت کی، اور تھرپال (ضلع سیالکوٹ) میں دفن ہوا[۲]۔ ہاشم شاہ نے فارسی، ہندی اور پنجابی میں متعدد کتب تصنیف کیں۔ اس کی انتیس کتابیں اب بھی غیر مطبوعہ مسوّدوں کی صورت میں موجود ہیں، کم از کم چھ اور زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں، اس کی سب سے زیادہ مقبول اور قابلِ ذکر تصنیف "سسی" ہے۔ اس کتاب کی بدولت اسے خاصی شہرت حاصل ہوئی۔

خواجہ فرید پنجاب کے آخری عظیم صوفی شاعر ہیں۔ ان کے باپ خواجہ خدا بخش نے ناقابلِ برداشت سیاسی صورت حالات سے تنگ آ کر کوٹ مٹھن کو خیرباد کہا[۳]، اور چاچڑاں (علاقہ بہاولپور) میں سکونت اختیار کر لی۔ اسی جگہ خواجہ فرید ۱۲۶۱ھ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اچھی تعلیم پائی اور فارسی اور عربی دونوں زبانوں پر عبور حاصل کیا۔ ۱۲۸۸ھ میں وہ ایک روحانی رہنما کے طور پر اپنے بڑے بھائی کے جانشین ہوئے۔ وہ صوفیاء کے چشتیہ سلسلے سے تعلق رکھتے اور سماع کو بہت پسند کرتے تھے[۴]۔ انہوں نے ملتانی بولی میں کافیوں پر مشتمل ایک ضخیم دیوان مرتب کیا۔ ان کافیوں میں جاری و ساری قنوطیت اور ان کی موسیقی آمیز خاصیت کے باعث ان کے کلام کو خاصی مقبولیت حاصل ہوئی۔ انہیں بجا طور پر

کلاسیکی پنجابی مکتبِ فکر کا عظیم شاعر کہا جاسکتا ہے۔

ریاست بہاولپور میں عوام کو امن اور تحفظ حاصل تھا، یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی شاعرانہ صلاحیتوں کو اس علاقے میں بڑی آسانی اور تیزی سے پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔ خواجہ فرید کے بعد ایک اور بڑا شاعر عبدالحکیم گزرا ہے۔ عبدالحکیم بہاولپور ہی کا رہنے والا تھا اور اپنے قصّہ "یوسف زلیخا" (۱۲۱۸ھ) کے لیے مشہور ہے۔ الفاظ اور محاورے کے لحاظ سے اس نظم پر فارسی کی گہری چھاپ ہے۔ اب پنجابی شاعری ایک نئے دور میں داخل ہو رہی تھی اِس کے بعد سے مسلمانوں کی لکھی ہوئی تمام کتابوں میں فارسی اثرات نمایاں ہیں۔ یہ اثر برطانوی دور کے اوائل میں مولوی غلام رسول اور فضل شاہ جیسے مشہور شاعروں کے ذریعے اور زیادہ قوی ہو گیا۔

---

انگریزوں نے ۱۸۴۹ء میں پنجاب پر قبضہ کر لیا۔ اس عظیم انقلاب کے بعد جب مسلمانوں کو اطمینان کا سانس لینا نصیب ہوا، تو اب انہوں نے ادبیات کی طرف توجہ کی۔ لیکن یہ امن و سکون بھی دیرپا ثابت نہ ہوا۔ ۱۸۵۷ء میں جنگِ آزادی شروع ہو گئی۔ اس سے انگریزوں کا نظریہ یکسر بدل گیا۔ چند مسلمان گھرانوں کے علاوہ، جو انگریزوں کے حامی تھے، عام مسلمانوں کو سرکاری ملازمتوں اور دیگر ذرائع سے محروم کر دیا گیا۔ ان کی تعلیم تک سے بے رُخی اختیار کی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ جب سرسیّد نے مسلمانوں کی تعلیم کا بیڑا اٹھایا، تو سب سے پہلے پنجاب ہی کے مسلمانوں نے اس تحریک کا خیر مقدم کیا۔ مسلمانوں سے متعلق انگریزوں کے اس رویّہ میں قدرے تبدیلی ۱۸۷۰ء میں آئی۔ ۱۸۵۷ء اور ۱۸۷۰ء کا درمیانی زمانہ مسلمانوں کے لیے بڑی بپتا کا تھا۔

اس دور کے اوائل میں ایک بات مسلمانوں کے لیے بہت مفید ثابت ہوئی، جس میں انہوں نے پنجاب میں پرانے انداز کے مکتبی درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ عیسائی مشنوں کی تبلیغی سرگرمیوں سے مسلمانوں میں شدید ردِّ عمل ہوا اور مذہبی حلقوں نے دھڑا دھڑ دینی موضوعات سے متعلق کتابچے تقسیم کرنا شروع کر دیے۔ امریکہ کے پریسبی ٹیرین چرچ کا پہلا مبلغ پادری جان سی لاؤری ۵ نومبر ۱۸۳۴ء کو لدھیانہ پہنچا اور یہاں اس نے لدھیانہ مشن کی بنیاد رکھی۔ اس مشن کے حلقہ کار میں راولپنڈی، لاہور، فیروز پور، جالندھر، ہوشیار پور، لدھیانہ، انبالہ، سہارنپور اور ڈیرہ دُون جیسے مقامات شامل تھے۔ اس کے علاوہ پنجاب کے طول و عرض میں اس کے کئی مرکز بھی قائم کیے گئے۔ ۱۸۳۶ء میں لدھیانہ کے مقام پر ایک چھاپہ خانہ بھی قائم ہوا۔ ۴۸ سال کی مختصر مدّت میں (یعنی ۱۸۸۴ء تک) اس پریس سے ۲۶ کروڑ ۷۰ لاکھ صفحات کا مواد چھپ کر شائع ہوا۔ ۱۸۸۱ء کی مردم شماری کی رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت تک پنجاب میں چار ہزار اشخاص عیسائی بن چکے تھے [۵]۔ یہ سب باتیں آبادی کی اکثریت کے لیے بڑی تکلیف دہ تھیں۔ اس کا فوری ردِّ عمل یہ ہوا کہ اُردو اور پنجابی میں متعدّد نثری

تصنیفات وجود میں آئیں، جن میں سے کچھ تو براہ راست اس مسئلے سے متعلق تھیں اور دوسری اسلام اور اس کے دینی مسائل (روزہ، نماز اور دیگر متعلقہ موضوعات) کے بارے میں مفید معلومات کی حامل تھیں۔ کچھ کتابچے پنجابی نظم میں بھی لکھے گئے۔ حافظ محمد لکھوکوی (لکھوکی ضلع فیروز پور، متولد ۱۲۰۲ھ۔ متوفی ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۲ء) مصنف انواعِ محمدی، احوالِ آخرت وغیرہ، نبی بخش مصنف تفسیر نبوی، خدا بخش مصنف تحفۂ واعظ، حبیب اللہ مصنف حبیب التفاسیر، فیروز الدین ڈسکوی، میاں جان، مولوی نور محمد، غلام کبریا، ظہور الدین اکمل (گولیکی) اور حیات محمد وہ شاعر تھے، جنھوں نے قرآن مجید یا اس کے بعض حصّوں کا منظوم ترجمہ کر ڈالا۔ محبوب عالم، حیات محمد واعظ، نجم الدین فائض، نورالحسن خادم، محمد اعظم قریشی، مولوی نور محمد، غلام رسول عادل گڑھی، مولوی دل پذیر، محمد امین اور علی اکبر وہ مصنف اور شاعر ہیں، جنھوں نے دینی کتابچے لکھے۔

## حواشی

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے میرا مضمون، سکھ عہد کی ایک دستاویز (انگریزی)، جرنل آف دی پنجاب یونیورسٹی ہسٹاریکل سوسائٹی (لاہور)، مئی ۱۹۶۳ء

۲۔ ابو ضیاء قادری، تذکرۂ ہاشمیہ، لاہور، ص ۱۲-۳۵، نیز ماہنامہ "دوست" (لاہور) اگست ۱۹۶۵ء میں ایم-ڈی- شمس کا مضمون

۳۔ پریت مہار، ملتان، ص ۱۲

۴۔ مسعود حسن شہاب، خواجہ غلام فرید، بہاول پور (۱۹۶۳ء)، ص ۳٦

۵۔ History of A. P. Missions, India، الہ آباد، ص ۳٦-۳۸